ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سائرہ بانو، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

ڈاکٹر ظفر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

ادب برائے زندگی کا تصور

Concept of Literature for life

Saira Bano, PhD Scholar, National University of Modern Languages Islamabad

Dr. Zafar Ahmad, Assistant Professor, National University of Modern Languages Islamabad

Abstract:

Literature is the mirror of life. It is the back bone of any society.Literature plays its role in developing the society and its growth. We see two types of literature, called Literature for life and Literature for literature.The concet of literature for life is actually used to describe our social values, customs, tradition, our language and narratives. In the present era, the concept of literature for life is very important in order to describe one,s conscience and adapt it to the mold of literature. This conscept is indispensable in literature to such an extent that literature cannot establish its concept without it. The aim of the article under review is to clarify the concept of literature for life.

Key words: concept, literature, establish, extant, indispensable, conscience

عربی زبان کے لفظ "ادب" کے بہت سے معانی و مفاہیم ہیں۔ ادب کے لغوی معانی قربانی کے ہیں۔ عربی زبان میں لکھنے اور بولنے کا بہترین طریقہ بھی ادب کہلاتا ہے۔ معاشرے کے تغیر کے ساتھ ساتھ ادب پر بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اس کے معانی میں وقت کے ساتھ ساتھ وسعت پیدا ہوتی گئی۔ ظہورِ اسلام کے وقت ادب کو تعلیم قرار دیا گیا۔ تعلیم و تربیت کے حامل افراد کو ادب

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کے زمرے میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس وقت اہل عجم (گونگے) نے بھی عربوں کی تقلید کی اور علوم کو ادب کی مد میں سیکھنا شروع کیا۔ موجودہ دور میں اردوئے ادب کے حوالے سے اگر ادب کی بات کی جائے تو اس سے مراد وہ مواد ہے جس کا تعلق انسانی دلچسپی سے ہو۔ لیکن دلچسپی کے ساتھ ساتھ اس میں ایک خاص ہیت کا عنصر بھی پایا جاتا ہو جو اس کی دلکشی اور فرحت کا باعث بنے۔ ادب کسی قانون اور قاعدے کا پابند نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کسی آمر بادشاہ کے ماتحت رہتا ہے اس کا اپنا ایک حرکیاتی نظام ہے جس میں وقت کے ساتھ ساتھ تغیر و تبدل رونما ہوتا رہتا ہے۔ ادب کو پرکھنے اور جانچنے کا واحد میزان یا معیار اس کی ادبیت ہے۔ کوئی بھی شہ پارہ اپنی ادبیت کی بنا پر اپنا معیاد برقرار رکھنے میں کامیابی حاصل کر پاتا ہے۔

کسی بھی معاشرے میں ادیب ہی ادب کی تشکیل کرتا ہے۔ ادیب حساس طبیعت کا مالک ہوتا ہے وہ معاشرے کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کرتے ہوئے اس کی خوبی، خامی، اچھائی، برائی، کمی اور کوتاہی کو صفحہ قرطاس پر اتارتا ہے۔ یہی صفحہ معاشرے کے لیے آئینہ کا کام کرتا ہے۔ جس میں معاشرہ اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ ادیب کے اندر ادراک کی صلاحیت بھی ہوتی ہے اور اظہار کی قوت بھی۔ اس کے اظہار و ادراک میں ایسی داخلی اور خارجی وسعت ہوتی ہے کہ ادب انفرادی اور ذاتی ہوتے ہوئے بھی آفاقی ہوتا ہے۔ ادیب جتنا بڑا ہو گا اس کا شعور و ادراک اور اس کے اظہار کا انداز بھی اتنا ہی آفاقی اور دیرپا ہو گا۔ ڈاکٹر سید عابد حسین ادب کے حوالے سے کہتے ہیں:

> "ادب شاعر یا ادیب کے ذہن میں سوئے ہوئے خیالات کا نام ہے۔ جو زندگی کی چھیڑ سے جاگتے ہیں، زندگی کی آنچ میں تپتے ہیں، اور زندگی کی سانچ میں ڈھل کر خود زندگی بن جاتے ہیں"۔(۱)

ادب کے لغوی معانی کسی چیز کا حد نگاہ میں رکھنا۔ جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد زبان کا علم ہے جیسے کہ صرف و نحو، علم بیان، علم عروض، صنائع بدائع، شاعری، افسانوی ادب (داستان، ڈرامہ، ناول، افسانہ) نثری تحریریں وغیرہ۔ موجودہ دور میں ادب کی شناخت دو چیزوں سے کی جاتی ہے ایک قدر اور دوسرا سماج۔ ادب کے ضمن میں جب سماج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد ادب کا مقصد لیا جاتا ہے۔ یعنی ادب کس مقصد کے لیے تخلیق کیا جا رہا ہے؟ معاشرہ یا سماج پر اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ اور کیا یہ ادب معاشرے کو مثالی بنانے میں معاون ہو گا؟ بہت سے ادیب اس بات سے متفق ہیں کہ "کامیاب ترین ادب وہ ہے جو ماحول کا آئینہ بھی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہو مستقبل کا اشاریہ بھی"۔ جبکہ دوسری طرف ادیبوں کی بڑی تعداد اس بات کی قائل ہے کہ ادب سماج کا آئینہ نہیں ہوتا ان کے نزدیک ادب کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ قاری کسی بھی تحریر یا فن پارے کو پڑھنے کے بعد اس سے حظ اٹھائے اور سرخوشی حاصل کرے۔ اسی حوالے سے اطہر پرویز کا کہنا ہے کہ:

> "ادب اس تحریر کو کہتے ہیں جس میں روزمرہ کے خیالات سے بہتر خیالات اور روزمرہ کی زبان سے بہتر زبان کا اظہار ہوتا ہے۔ ادب انسانی تجربات کا نچوڑ پیش کرتا ہے۔ انسان دنیا میں جو کچھ دیکھتا ہے، جو تجربے حاصل کرتا ہے، جو سوچتا سمجھتا ہے، اس کے ردعمل کا اظہار ادب کی شکل میں کرتا ہے۔"(۲)

انسانیت کی تعمیر و ترقی اور پاکیزہ معاشرے کی تشکیل میں ادب اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اس بات سے انکار کسی صورت نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کے دل و دماغ پر ادب کی گہری چھاپ ہے۔ اور کسی بھی کلام کو ہم ادبی کلام اس وقت کہتے ہیں جب اس کے معانی و مطالب ایسے الفاظ کا جامہ پہن کر سامنے آئیں جن سے قلب و نظر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں، اور ایسا ادب جس سے معاشرے میں نفاق، فساد اور شر پیدا ہو وہ معاشرے کے لیے سم قاتل ہے۔ ادب صرف واقعات اور حقائق کو پیش کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ادب کہلانے کے لیے اظہار بیان کا تنوع بھی لازم ہے۔ ادب میں الفاظ کا چناو اور اس کی بندش اس طرح سے کی جاتی ہے کہ پڑھنے اور سننے والے میں مسرت کا احساس پیدا ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ ادب صرف کتابوں میں ہی ملتا ہے تو یہ بات بھی سراسر غلط ہے۔ زبانی ادب کو تاریخ میں کافی اہمیت حاصل رہی ہے اور اگر عربی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے ہاں لکھنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ قدیم عرب میں بہت سے ایسے شاعر رہے ہیں جو بڑی بڑی نظمیں مجمعوں میں سنایا کرتے تھے انہیں لکھا نہیں جاتا تھا ۔ ادب کو انسانی اظہار کا ذریعہ کہا جاتا ہے۔ لیکن ہر وہ چیز جو لکھی ہوئی صورت میں ہم تک پہنچے اس کو ہم ادب کا نام نہیں دے سکتے۔ ہر وہ تحریر جو معلوماتی ہو خواہ اس کا تعلق سائنس سے ہو یا صحافت سے، اس وقت تک ادب کے زمرے میں نہیں آتی جب تک وہ فن لطیف کی حد کو نہ چھو لیں۔ کسی بھی ادب کا معیار جانچنے کے لیے وہاں کے معاشرے اور اس دور کے حالات کا جائزہ لینا لازم ہے۔ کیونکہ مخصوص حالات اور واقعات سے متاثر ہو کر ہی ادیب نے اس ادب کو تخلیق کیا ہوتا ہے ممکن ہے کہ وہ ادب اس دور کے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بعد میں آنے والوں کے لیے اس حد تک تسکین یا خوشی کا ذریعہ نہ بنے جو لکھتے وقت ادیب نے اپنے قارئین کے لیے پیدا کی تھی اور جس سے اس دور کے قارئین متاثر ہوئے تھے۔ جمیل جالبی اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"ادب زندگی کے دھارے پر بہتے ہوئے سچائیوں کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا ادب زندگی کا اور اس زندگی کی سچائیوں کا اظہار کرتا ہے جن کا ادیب اور شاعر کی حیثیت سے آپ نے تجربہ اور مشاہدہ کیا ہو۔"(۳)

لکھنے والے ہر دور میں معاشرے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ادب تخلیق کرتے رہے ہیں۔ وہ ادب خواہ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں، دونوں کے معاملے میں ہمیں شروع سے ہی دو طرح کے نظریات ملتے ہیں "ادب برائے ادب" اور "ادب برائے زندگی"۔ ادب برائے ادب یہ ہے کہ لکھنے والا اپنے دل کی تسکین کے لیے لکھے۔ اس کے دل و دماغ میں جو کچھ بھی ہو اسے صفحہ قرطاس پر اتارے۔ اسے ادبی شکل دے کر دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا ہی "ادب برائے ادب" کا اصل مقصد تھا۔ ہر دور میں لکھنے والوں نے لکھنے کے لیے یہی طرز اختیار کیا۔ ہر ادیب نے اپنے فن کو اپنی تسکین کے لیے استعمال کیا۔ اس بات سے اسے کوئی سروکار نہ تھا کہ اس کا لکھا ہوا کسی کی سمجھ میں آرہا ہے یا نہیں۔ اس کا مقصد صرف علمیت کا اظہار کرنا تھا تاکہ جو بھی اس کی تحریر کی ہوئی عبارت کو پڑھے اس سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہے۔

آغاز میں جب لکھنا آسان نہ تھا اور لکھنے کے لیے مختلف طرح کی سہولتیں میسر نہ تھیں اس دور میں لکھنے کی جگہ سماعت سے کام لیا جاتا تھا۔ مجمع لگتا، اہل علم جمع ہوتے اور لوگ انہیں سنتے تھے۔ یہ دور ادب سے زیادہ علم کا دور تھا۔ اس دور کے اہل علم اپنی بات خاص علمی انداز میں دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ اگلے کو بات سمجھ میں آئی ہے یا نہیں۔ علمیت کی بنیاد پر سراہے جانے کی خواہش اس دور کے اہل علم میں موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ جو کچھ بھی کہا جاتا یا تحریر شدہ حالت میں عام قاری تک پہنچتا وہ اس کی سمجھ سے بالاتر ہوتا اور کم ہی لوگ اسے سمجھ پاتے۔ فرمان فتح پوری کا کہنا ہے:

"ادب کی معنویت کسی فنکار یا ادیب کی شخصی اور اس کے عہد کی اجتماعی اقدار حیات کی نمائندگی کرتی ہے۔ اقدار کی اسی نمائندگی یا ترجمانی کے سبب کہا جاتا ہے کہ ادب محض زندگی کی نقالی نہیں ہے بلکہ عین زندگی ہے یا ایسی زندگی جس پر موت حرام ہے۔"(۴)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

آہستہ آہستہ حالات نے رخ بدلا۔ شعراء اور ادباء نے محسوس کیا کہ ان کو ایسی تحریریں لکھنی چاہیے جو عوام کی سمجھ میں آسکیں اور ہر کوئی اس کو پڑھ اور سمجھ سکنے کے قابل ہو۔ اسی لیے سہل لکھنے کا آغاز ہوا تاکہ کہی گئی بات عوام کی سمجھ میں آسکے۔ پندرھویں صدی میں یورپ نے ایسا لکھنے کا آغاز کیا تاکہ لکھا ہوا سمجھ میں آسکے اور اس سے اچھی طرح فائدہ حاصل کیا جاسکے۔ اہل یورپ نے اس حوالے سے شعوری کوشش کو اپنایا، انقلابی نوعیت کی سوچ اپنائی اور عوام کو ذہن نشین رکھتے ہوئے لکھنے کی ابتدا کی تاکہ عوام بھی استفادہ کر سکے۔ عوام کی خاطر سادہ اور سہل لکھنے کے آغاز نے ہی "ادب برائے زندگی" کے رویے کو پروان چڑھایا جسے لوگوں نے شعوری طور پر اپنایا۔

یورپ کے بعد امریکہ میں عوام کے لیے لکھنے کی تحریک کا آغاز کیا گیا۔ یعنی یہ طے پایا گیا کہ ایسا لکھا جائے جس کے نتیجے میں لوگ سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں، اپنی اصلاح کا خیال دل میں لائیں اور اپنی زندگیوں میں کچھ نیا کرنے کا سوچیں۔ اس کا آغاز مذہب سے ہوا۔ مذہب کا سہارا لیتے ہوئے یورپ میں "نیو تھاٹ" کی تحریک شروع ہوئی۔ جس میں مذہبی تعلیمات کو بنیاد بناتے ہوئے اپنے خیالات، نظریات اور خود کو بدلنے کی طرف توجہ دی۔ "نیو تھاٹ" تحریک کے تحت جو ادب بھی لکھا گیا وہ خالصتاً اصلاح نفس کے نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے تحریر کیا گیا۔ یورپ میں صنعتی انقلاب کی آمد سے علم وادب میں بھی انقلاب برپا ہوا۔ محض اپنا علم و بدبہ قائم رکھنے کے لیے لکھنے کا دور ختم ہوا اور ایسے اہل علم سامنے آئے جن کے لکھنے کا مقصد معیار زندگی کو بلند کرنا تھا۔ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ لوگ تحریروں کو پڑھتے ہوئے اپنی اصلاح کے لیے کوشاں ہوں اپنی زندگی اور معیار زندگی بلند کریں۔ یہ سب کچھ "ادب برائے ادب" کے تحت لکھی جانے والی خالص تحریروں کی بدولت ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ دقیق ہوتیں اور عام قاری کی سمجھ سے بالا ہوتیں تھیں۔ ڈاکٹر سید حسین محمد جعفری کا کہنا ہے:

> "ادب، زندگی، سماج اور معاشرے کا ایک حساس ترجمان ہے جو اس کے مدوجزر طوفانوں کو احساسات، جذبات اور حسیت کے ساتھ دلوں سے دلوں تک پہنچاتا ہے۔ اسی لیے کہ ادب بھی براہ راست ہماری اقتصادی اور سماجی زندگی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح ہمارے دوسرے اعمال وافعال۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعر یا ادیب جو کچھ تخلیق کرتا ہے اس میں اس کی داخلی کیفیت اور اندرونی کسک، خلش اور کشمکش کا بڑا دخل ہوتا ہے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۔لیکن یہ داخلی کیفیت در حقیقت تمام خارجی اسباب و حالات کا نتیجہ ہوتی ہے جن میں وہ رہتا اور بستا ہے۔"(۵)

ادب برائے زندگی کی تحریک کو پروان چڑھانے اور اس کی نشو و نما میں مغربی معاشرے کے بدلتے رجحانات نے اہم کردار ادا کیا۔"حالات کے تحت یہ لازم ہو گیا تھا کہ ایسا ادب تخلیق کیا جائے جو عوام کی ضروریات اور سمجھ کے مطابق ہو۔اس مقصد کو پوا کرنے کے لیے شاعر اور ادیب نے عوامی ضروریات کے تحت ادب ترتیب دینا شروع کیا۔یہیں سے ادب برائے زندگی کا دور شروع ہوا۔جس میں ادب کے ذریعے انسانی مسائل کو منظر عام پر لایا گیا، گو اس کام کے لیے شاعر اور ادیب کو اپنی ذہنی سطح سے کافی نیچے آنا پڑا اور عوام کے لیے لکھنے سے علمی سطح بہت حد تک جاتی رہی۔"(٦) ادب برائے زندگی کی بدولت معاشرے کے مسائل کو منظر عام پر لا کر ان کے حل کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔ادب انسان کے قلب و نظر کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔حساس ادیب معاشرے میں رونما ہونے والے حالات و واقعات کا اثر قبول کرتے ہوئے انہیں ادبی صورت میں سب کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔سفیر اختر کے مطابق:

"انسانیت کی تعمیر اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل میں ادب جو اہم اور نمایاں حصہ ادا کرتا ہے ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا انسان کے دل و دماغ پر ادب کی قوت تاثیر ایک مسلم حقیقت ہے۔دراصل کسی کلام کو ادبی کلام کہتے ہی اس وقت ہیں جب اس کے معانی و مطالب ایسے الفاظ کا جامہ پہن کر سامنے آئیں جن سے قلب و ذہن متاثر اور متحرک ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔یہ تاثیر اور قوت متحرکہ ادب کا حسن بھی ہے اور اس کا عیب بھی۔"(۷)

"ادب برائے ادب" اور "ادب برائے زندگی" کی بحث آج کے دور کی نہیں ہے۔اس بحث کا آغاز ۱۹۱۷ء میں ہوا جب روس میں بالشویک (سوشلسٹ) انقلاب نے ایشیا کے ممالک کی سیاسی تحریکوں پر اپنا اثر مرتب کیا تو وہیں دوسری طرف نہ صرف ایشیا بلکہ یورپ میں بھی ادب کو کسی نہ کسی مقصد کے تحت استعمال کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔اسی طرح "ادب برائے مقصد" کے نظریے کو فروغ حاصل ہوا۔برصغیر کے ادبی حلقے بھی "ادب برائے ادب" اور "ادب برائے زندگی" کے اس نظریے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔یہی وجہ ہے اسی نظریے کے تحت اردوئے ادب کی اب تک کی سب سے فعال اور موثر تحریک کا آغاز ہوا جسے ترقی پسند

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس تحریک نے برصغیر کی ہر زبان خواہ وہ چھوٹی ہو یا اس کا تعلق بڑے خاندان سے ہو اس پر اپنے اثرات مرتب کیے، اور "ادب برائے زندگی" کے نظریے کو فروغ دیا۔ ادب برائے زندگی میں ادب کو کسی خاص نصب العین کے تحت استعمال کیا جاتا ہے "ادب برائے زندگی" میں ادب کا رخ اندر سے باہر کی طرف یا داخل سے خارج کی طرف ہوتا ہے۔ جبکہ "ادب برائے ادب" میں ادب کا رخ باہر سے اندر کی طرف یا خارج سے داخل کی طرف ہوتا ہے۔ ادب برائے ادب کی بہترین مثال حلقہ ارباب ذوق کے تحت لکھا جانے والا ادب ہے۔ ایسا ادب جس کو پڑھ کر تسکین ملے اور لطف حاصل کیا جائے وہ بھی اسی ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ جبکہ ادب برائے زندگی سے مراد ایسا ادب جو زندگی کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو کر کسی نصب العین کا حامل ہو۔ آسان لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ادب برائے ادب کا مقصد محض شوق کی خاطر لکھنا جبکہ ادب برائے زندگی کا مقصد زندگی کی مشکلات، دکھ، تکلیفوں اور مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے معاشرے میں تبدیلی لانا ہے۔ ادب چونکہ معاشرے کا ترجمان ہوتا ہے اور اسی لیے ادب اور زندگی دونوں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ڈاکٹر کمال اشرف کے نزدیک:

> "ادب برائے زندگی میں ادب کو پروان چڑھانے کی بات کی جاتی ہے جو کہ زندگی کے حوالے سے امید، مقصد اور افادیت کا حامل ہو، ادب کو زندگی کا حسن سنوارنے اور نکھارنے کے لیے ذریعہ بنایا جائے۔ ادب زندگی کے حوالے سے ہماری معلومات میں اضافہ کرے اور بہتر زندگی گزارنے کا لائحہ عمل پیش کرے۔ سر سید تحریک کے زیر اثر ادیبوں نے ادب میں مقصدیت کی بات کی اور ترقی پسند تحریک نے اردو ادب میں ادب برائے زندگی کا نظریہ پیش کیا۔"(۸)

اردو ادب کی ابتداء میں ادب کو محض تسکین یا حِظ اٹھانے کا ذریعہ مانا جاتا تھا۔ اس دور میں ادبا اور شعراء چونکہ دربار سے وابستہ تھے اس لیے بادشاہوں اور امراء کی خوشنودی کے لیے وہی ادب تخلیق کیا جاتا تھا جس سے حاکم وقت کی رضا حاصل ہو۔ اسی سے ادب برائے ادب کا نظریہ پروان چڑھا۔ جذبات اور احساسات کی تسکین کے لیے ادب کا سہارا لیا جاتا تھا۔ اردو ادب میں حلقہ اربابِ ذوق کے روحِ رواں میراجی بھی ادب برائے ادب کے نظریے کے قائل تھے اور اسی کی حمایت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ادب برائے ادب کے حامی ادیب کبھی بھی ادب میں کسی نوعیت کی افادیت کے قائل نہ تھے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اردو ادب میں ادب برائے زندگی کا نظریہ بھی اپنی جگہ اہم اور موثر ہے۔ زندگی میں رونما ہونے والے حالات و واقعات ہمارے ادبا کے ذہنوں پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ حساس طبع کے حامل یہ ادیب زندگی کے انہی حالات و واقعات سے ادب کشید کرتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ ادب زندگی سے ہی جنم لیتا ہے۔ زندگی کی داخلی اور خارجی نوعیت کی تبدیلیاں ادب پر اثر انداز ہوتیں ہیں۔ ڈاکٹر محسنہ نقوی کا کہنا ہے:

> "ادب محض معاشرتی زندگی کا جامد عکس پیش نہیں کرتا، بلکہ زندگی کی ناہمواریوں شخصی اور اجتماعی دکھوں کا عکس بھی ادب میں ملتا ہے۔ ادب میں نہ صرف معاشرتی اور تعلیمی عوامل کی عکاسی ہوتی ہے بلکہ زندگی کے تمام تقاضوں کا اظہار، احتجاج، طنز، شکایت، دعا، خوشی اور غم کی تمام کیفیات ادب میں جگہ پاتی ہیں۔ ادب اور زندگی آپس میں باہم مربوط ہیں، ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ممکن نہیں۔"(۹)

انسان معاشرتی حیوان ہے دوسرے انسانوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزارنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ اسے دوسروں کے سہارے کی قدم قدم پر ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ معاشرے میں رہنے والے دوسرے افراد سے میل جول قائم رکھتا ہے۔ ان سے تعلق واسطہ قائم رکھتے ہوئے ان سے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار بھی کرتا ہے۔ جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی جذبات و احساسات ادب میں داخل ہوتے ہیں۔ یہی احساسات اس وقت ادبی تخلیقات کہلاتی ہیں جب ان میں زندگی کی اقدار کو شامل کیا جاتا ہے۔ زندگی کی دائمی قدروں فنی اور جمالیاتی اقدار کو اس میں شامل کر کے ہی احساسات ادبی تخلیقات کا روپ دھارتے ہیں۔ انسانی زندگی غموں سے عبارت ہے۔ زندگی میں خوشی اور غم کا آنا اور ایک مقررہ مدت کے بعد چلے جانا ایک فطری امر ہے۔ یہی خوشی اور غم کے جذبات جب ادب میں شامل ہوتے ہیں تو اسے ادب برائے زندگی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ زندگی کا ترجمان چونکہ ادب کو گردانا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر ہر پہلو کو بیان کرنے اور بے نقاب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انسانی زندگی میں رونما ہونے والے اچھے، برے، تلخ اور ناقابل فراموش واقعات کو جذبات و احساسات کے سہارے ادب میں شامل کیا جاتا ہے۔ ادب انسانی زندگی، سماج اور معاشرے کی تمام تلخ اور مسحور کن کیفیات کو دل تک پہنچاتا ہے۔ ادب ہمارے دوسرے معاملات کی طرح زندگی کے معاشی و اقتصادی اور ادبی و سماجی پہلوؤں سے براہ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

راست متاثر ہوتا ہے۔ ہماری زندگیاں اور معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ادب پر اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ مجنوں گورکھ پوری کا کہنا ہے کہ:

> "ادیب کوئی راہب یا جوگی نہیں ہوتا اور ادب ترک یا تپسیا کی پیداوار نہیں ہے ادیب بھی اسی طرح ایک مخصوص ہیت ایک خاص نظام تمدن کا پروردہ ہوتا ہے۔ جس طرح کہ کوئی دوسرا فرد اور ادب بھی براہ راست ہماری معاشی اور سماجی زندگی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح ہمارے دوسرے حرکات و سکنات۔"(۱۰)

اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجایش نہیں ہے کہ ادیب جو کچھ بھی تحریر کرتا ہے وہ اس کے اردگرد کے حالات و واقعات پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے دل کی حالت کا بیان اور بعض اوقات اس کی اپنی داخلی کیفیات جو اس کے خارجی ماحول اور حالات سے پیدا ہوتی ہیں اس کی تحریروں میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے الفاظ کی بنت ہی اس کے جذبات کی عکاس ہوتی ہے۔ شاعر کے گردو پیش کے حالات اس کے قلم پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف ماحول اور معاشرے سے متاثر ہوتا ہے بلکہ اس معاشرے اور ماحول کا عکس اس کی تحریروں میں بھی واضح طور پر جھلکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ افراد معاشرہ اپنے گردوپیش کے حالات کے مطابق ادب تخلیق کرتے ہیں۔ اطہر پرویز کے مطابق:

> "زندگی ایک سیل رواں ہے جس میں سبک اور تند موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی رہتی ہیں، ایک قوس قزح ہے جس میں بے شمار کرنوں کی جلوہ گری ہے۔ کچھ ایسا ہی حال انسان کے دل کا بھی ہے۔ محبت اور نفرت، خود پسندی اور ایثارہمدردی اور لاتعلقی، رحم اور بے رحمی یہ تمام متضاد کیفیتیں انسانی دل پر گزر جاتی ہیں۔ ادب انہی احساسات کا آئینہ دار ہے۔"(۱۱)

۱۹۳۵ء میں لکھے گئے اختر حسین رائے پوری کے مقالے "ادب برائے زندگی" کو نہ صرف اس دور میں بلکہ آج بھی اہمیت کا حامل مانا جاتا ہے۔ کیونکہ اسی مقالے نے برصغیر میں ترقی پسند ادب کی تحریک کو نکتہ آغاز فراہم کیا۔ اس دور کی طرح آج بھی یہ سوال اہمیت حامل ہے کہ آرٹ انسان کے لیے ہے یا انسان آرٹ کے لیے؟ اختر حسین رائے پوری ادب کو زندگی کا شعبہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نزدیک ادب اور زندگی دونوں کا بس ایک ہی مقصد ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ادب کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ وہ انسانیت کی ترجمانی کرنے والا ہو اور ایک ادیب کا یہ فرض ہے کہ وہ زندگی کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کر کے انسانیت کو اخوت اور وحدت کا پیغام دے۔ علاقائی تعصب کے جذبات کی مخالفت کرتے ہوئے ادیب کو اخوت، مساوات اور باہمی یگانگت کو عام کرنا چاہے۔ یہی صحیح معنوں میں ادیب اور ادب کا بنیادی فرض ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

> "ادب زندگی کے اس سوال کا جواب ہے کہ انسان کس سے محبت اور کس سے نفرت کرے اور کس طرح زندہ رہے۔ یہ سچ ہے کہ تدریس ۔۔ سے اسے کوئی واسطہ نہیں یہ روگی انسانیت کو پند و نصیحت کی کڑوی دوا نہیں پلاتا، بلکہ ہلکے اور میٹھے سروں میں اس کی عیادت کرتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ادب کے ماخذ ماضی و حال ہیں۔۔۔ ادب کا یہ مقصد ہے کہ زمان و مکان کی حد بندیوں سے بالاتر ہوتے ہوئے گردوپیش کا آئینہ دار ہو تاکہ اس کے حسن و قبح سے آگاہ ہو کر انسانیت ترقی کے زینوں پر گامزن ہو سکے۔"(۱۲)

ادب زندگی کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ پاتا۔ زندگی کے مقاصد سے ہٹ کر ادب نہ اپنی منزل حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا ممکن ہے۔ زندگی ادب کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کرتی ہے، عام انسان اور ادیب کے مقاصد تقریباً یکساں ہی ہیں۔ ایک ماحول کی ترجمانی کرتا ہے اور دوسرا اسی ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ میکسم گورکی ادب کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ ادب انسانیت کا نقاد ہے۔ وہ اس کی خامیوں اور برائیوں کو ظاہر کرتا ہے، انہیں بے نقاب کرتا ہے۔ زندگی اور ادب کا ذکر کرتے ہوئے اگر شعراء اور ادباء کی بابت یہ سوال اٹھایا جائے کہ وہ کون سی راہ اختیار کریں جس سے وہ اپنی تخلیق کو زندگی سے قریب تر کر سکتے ہیں تو ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ "اگر ان کے دل میں بنی نوع انسان کا درد ہے اور اگر ایک حساس انسان کی طرح وہ زندگی کے سرد و گرم کو محسوس کر سکتے ہیں، ہر ظلم کی مخالفت کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل، غربت اور بے روزگاری پر کڑھتے ہیں، میدان جنگ میں بکھری لاشوں کو دیکھ کر ماتم کناں ہوتے ہیں اور اپنے سامنے نیکی کے مقابلے میں بدی کو طاقتور پاتے ہیں تو ہرگز خاموشی اختیار نہ کرو بلکہ ہمت اور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنا سیکھو۔"(۱۳) معاصر اردو ترقی پسند شاعری کی ذیل میں ادب برائے زندگی سے مراد ایسا ادب ہے جو انسانیت کے مقاصد، مسائل اور ضروریات کی نمائندگی اس طرح کرے کہ لوگ اس اثر کو قبول

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کریں۔اس ادب کے پرچار کے لیے دل میں انسانیت کا جذبہ ہونا لازمی ہے۔زمانے کے سرد و گرم کے مطابق ایک ادیب اثر قبول کرتا ہے اور ادیب کے لیے یہ لازم ہے کہ ماضی اور حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مستقبل کے تقاضوں کو جانچے اور اس کی روشنی میں ادب تخلیق کرے۔ تاریخ کے اشاروں کو سمجھتے ہوئے زندگی کے مقصد کو جانے اور یہ اسی صورت ممکن ہو گا جب ایک ادیب زندگی کے معانی و مفہوم کو جانے، اس کے سرد و گرم سے آشنا ہو۔زندگی کے مطالب کو سمجھے بغیر اس کے اسرار و رموز پر بحث کرنا ایسے ہی ہے جیسے ساحل پر کھڑے ہو کر دریا کی گہرائی کا اندازہ لگانا۔

جب کبھی اس طرح کی صورتحال پیدا ہوتی ہے تو اس میں ادیب اپنے تخلیق کردہ ادب پاروں میں ادب سے زندگی کو جوڑنے میں ناکام رہتا ہے۔کیونکہ جب کسی شخص کو دوسروں کے احساسات، جذبات کا اندازہ ہی نہیں ہو گا تو وہ کیسے ان کے درد کو سمجھ پائے گا یا ان تک کس طرح اپنا پیام پہنچانے میں کامیابی حاصل کر پائے گا۔ڈاکٹر حسین محمد جعفری کے مطابق:

> "زندگی بسر کرتے ہوئے ہم بہت سے جذبوں سے گزرتے ہیں، بہت سے تجربوں سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے۔نامعلوم احساس ہمارے باطن میں جنم لیتے ہیں محبت، نفرت اور بغاوت کے جذبے ابھرتے ہیں۔ لیکن یہ سب عام طور پر گونگے اور بے نام ہوتے ہیں اور محسوس کرنے کے باوجود ہم انہیں پوری طرح محسوس نہیں کرتے۔ان جذبوں، تجربوں اور محسوسات سے ہمارا واسطہ کسی ناول، افسانے، ڈرامے شاعری یا مضمون کے ذریعے پڑتا ہے تو ہمیں اپنے بھولے ہوئے تجربے یاد آتے ہیں۔۔۔۔یہی ادب کا سماجی عمل ہے اور یہی ادب اور زندگی کا رشتہ ہے۔ جس کے وسیلے سے ہم نئے معانی تلاش کرتے ہیں اور نیا شعور حاصل کرتے ہیں۔" (۱۴)

ادب برائے زندگی کا یہ تصور ہمیں معاصر شعراء کی شاعری میں جابجا نظر آتا ہے۔ان کی شاعری میں سماج کو بدلنے اور معاشرے کے مسائل کو اجاگر کرنے کا جذبہ دکھائی دیتا ہے۔ادب برائے زندگی کے نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے ترقی پسند تحریک کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کو اردو ادب میں مؤثر اور متحرک تحریک جانا اور مانا جاتا ہے۔اس کے پہلے صدارتی خطبے میں ہی پریم چند نے جس ادب کے فروغ کا ذکر کیا وہ ادب برائے زندگی ہی تھا۔پریم چند کے الفاظ میں:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"اب ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں فکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو۔ جو ہم میں حرکت ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے۔ سلائے نہیں۔ کیونکہ اب اور زیادہ سونا موت کی علامت ہے۔"(۱۵)

ادب زندگی سے عبارت ہے، زندگی ادب سے نہیں۔ کوئی بھی ادیب ادب کے بغیر حیاتی کا تصور نہیں کر سکتا۔ زندگی کو ادب کا سرچشمہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی ادب زندگی سے منہ موڑے تو اس کا ناطہ زندگی کی رحمتوں اور برکتوں سے کٹ جاتا ہے۔ ادب اور زندگی کے اسی رشتے کے بارے میں بات کی جاے تو "کامل ترین ادب وہ ہے جو حالات کے مطابق ہو، جس میں واقعیت، افادیت اور جمالیت ایک آہنگ ہو کر ظاہر ہوں، جس میں انفرادیت اور اجتماعیت دونوں مل کر ایک مزاج بن جائیں۔ جو ہمارے ذوق عمل اور ذوق حسن دونوں کو آسودہ کرے۔"(۱۶) زندگی میں ہم جو کچھ اپنے گردوپیش میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں ان سب کا ذکر ہم ادب میں پاتے ہیں، ادب چونکہ زندگی کا عکاس ہے اور ادیب معاشرے سے ہی ادب تخلیق کرتا ہے معاشرے کے حالات و واقعات کا اثر ہمیں ادب میں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ "ایسا ادب جو انسانی دکھ سکھ کی ترجمانی نہ کر سکے کس کام کا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اردو ادب کے ذکر میں ادب پہلے ہے یا زندگی۔ جب سے کائنات کا وجود عمل میں آیا تب سے ادب بھی موجود ہے ۔انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی ادب کی تخلیق ہو گئی۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ ادب زندگی اور زندگی ہی ادب ہے۔"(۱۷)

حوالہ جات

۱۔اطہر پرویز، ادب کا مطالعہ، بستانِ ادب لاہور ۱۹۸۸ء ص:۳۰

۲۔ ایضاص:۳۰

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، معاصر ادب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء ص:۱۱

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، نیا اور پرانا ادب، کتاب گھر، کراچی ۱۹۷۴ء ص: ۲۳۴

۵۔ حسین محمد جعفری، ڈاکٹر، احمد سلیم (مرتبین) پاکستانی معاشرہ اور ادب، پاکستان اسٹڈی سینٹر کراچی ۱۹۸۷ء ص: ۹

۶۔ ثوبیہ سلیم، ادب میں زندگی کا تصور، مشمولہ، روزنامہ دنیا، لاہور ۲۴ مئی ۲۰۱۳ء ص: ۷

۷۔ سفیر اختر، ادب اور ادیب، دار لمعارف، واہ کینٹ ۱۹۹۸ء ص: ۱۰۵

۸۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، تنقیدی نظریات اور اصطلاحات، نیشنل بک فاونڈیشن ۲۰۱۹ء ص: ۱۶۷

۹۔ محسنہ نقوی، ڈاکٹر، ادب اور ادبی نظریات، مشمولہ جنگ، اسلام آباد ۳۰ مئی ۲۰۱۸ء

۱۰۔ مجنوں گورکھ پوری، ادب اور زندگی، ایوان اشاعت گورکھ پور، س ن، ص: ۰۲

۱۱۔ اطہر پرویز، ادب کا مطالعہ، ص: ۱۳

۱۲۔ اختر حسین رائے پوری، ادب اور انقلاب، ادارہ اشاعتِ اردو حیدرآباد دکن ۱۹۴۳ء

ص: ۲۷

۱۳۔ ایضاً۔ ص: ۳۶،۳۵

۱۴۔ حسین محمد جعفری، ڈاکٹر، احمد سلیم (مرتبین) پاکستانی معاشرہ اور ادب، پاکستان اسٹڈی سینٹر کراچی، ۱۹۸۷ء ص: ۱۹، ۲۰

۱۵۔ جمال نقوی، ترقی پسند تحریک، ادب اور سجاد ظہیر، ادارہ تزئین دانش کراچی، ۲۰۰۶ء ص: ۱۱، ۱۲

۱۶۔ اطہر پرویز، ادب کا مطالعہ، ص: ۴۳

۱۷۔ راجا شکیل انجم، ادب زندگی ہے، پورب اکادمی، ۲۰۰۴ء ص: ۲۰